ن م راشد اور مجید امجد کے ہاں جدید انسان کی پیش کش

Presentation of Modern man by Noon Meem Rashid and Majid Amjad

Rooh-ul-Amin

PhD Scholar, Department of Urdu, University of Peshawar

Dr. Salman Ali

Professor Department of Urdu, University of Peshawar

Abstract

Noon Meem Rashid and Majeed Amjad are considered among the modern poets of Urdu. It is because they have different forms of concept of modern man and all his problems. Especially, the aspects on the chaotic side of the inner self and personal detachments are presented by these two poets at the collective level with individuality. Thus, their concept of man becomes a representative of locality and global scenario. In this context, some intellectual similarities and differences can also be seen between these poets. This has been discussed in the current article, so that the different forms of human beings with the evolutionary forms of both the poets become clear.

Keywords: *Personal Detachments, Modern Poets, Inner Self, Personal Detachments*

تمہید

ن م راشد اور مجید امجد کے تصور انسان کے فکری مماثلتوں کے سلسلے میں سب سے اہم اور سب سے بڑی فکری مماثلت یہ ہے کہ ان دونوں شعرا نے جدید انسان کو پیش کیا ہے۔ جدید انسان کے خدوخال واضح کیے اور جدید انسان کی مایوسی، انتشار، بے چینی اور بے یقینی کو بیان کیا ہے۔ چونکہ یہ دونوں شعرا جدید دور کی جدید نظم کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں اور جدید دور نئی، صنعتی، سائنسی اور مشینی تہذیب سے عبارت ہے۔ جس نے جدید انسان کی فکر اور شعور پر ان گنت اور بے شمار اثرات ثبت کیے ہیں اور جن کی واضح جھلکیاں ان دونوں شعرا کی نظموں میں جا بجا دکھائی دیتی ہیں۔ اس ضمن میں ن م راشد کے انسان کی بے چینی، انتشار، مایوسی اور بے یقینی کا ان کی نظموں کے تناظر میں تجزیہ اگلے صفحات میں کیا جا رہا ہے۔ ن م راشد کی شاعری میں

شروع سے آخر تک پیش ہونے والے انسان کی بنیادی فکری جہت مایوسی، انتشار، ناامیدی اور باغیانہ رویے ہیں۔ ''ماورا'' سے لے کر ''گماں کے ممکن'' تک ان کی چاروں شعری مجموعوں میں یہ تمام عناصر بخوبی محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ درمیان میں تبدیلیاں بھی ہوتی رہی اور کہیں کہیں رجائیت بھی آ گئی ہے لیکن پھر بھی راشد کے انسان کی ناامیدی اور بے چینی برابر قائم رہی۔ اس ناامیدی، بے چینی اور انتشار کی کچھ وجوہات بھی ہیں جن میں کچھ وجوہات اس کی ذاتی، نفسیاتی اور کچھ معاشی، معاشرتی، سماجی اور سیاسی ہیں یعنی اس جدید انسان کی بے چینی اور مایوسی وغیرہ میں سماج کا بھی کردار ہے اور اس کی ذاتی اور نفسیاتی الجھنیں بھی ہیں جدید دور کے جدید نظریات اور افکار اور خاص کر سیکولر نظریات نے بھی راشد کے تصور انسان پر اثرات مرتب کیے ہیں۔ نئے سائنسی اور مشینی دور نے مذہب، عقائد اور کلاسیکی اقدار پر زبردست ضربیں لگا کر روح اور مادے کی تصادم کی جو صورتیں پیدا کی تھیں ان سے راشد کا انسان بہت متاثر دکھائی دے رہا ہے۔

"ماورا کے صفحات پر جو انسان بکھرا پڑا ہے یہ انسان اعصاب زدگی کا شکار ہے۔ اس کے عہد کے سماجی و سیاسی ٹینشن (Tension) نے اسے اعصابی درد اور تھکن سے چور کر دیا ہے۔ یہ مخصوص ٹینشن شاعر کے ذہن میں ایک شدید بحران سے پیدا ہوئی۔ راشد نے مشرق کی فرسودگی کو شدت سے محسوس کیا۔ ان کا خیال تھا کہ مشرق کا سماجی نظام اپنی زندگی کے آخری سانس لے چکا ہے۔ وہ روایات کی شکست و ریخت کو محسوس کر رہے تھے۔ ان کی نظر میں پرانے نظام اخلاق کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ برصغیر پر سامراجی تسلط کو انھوں نے بری طرح محسوس کیا تھا۔ معروضی صورت حال کا یہ المیہ ایک ہمہ گیر آشوب بن گیا تھا جس میں راشد زندہ تھے۔ معروضی صورت حال کے اس بحران کے ساتھ ساتھ وہ مابعد الطبیعاتی بحران کا بھی شکار تھے۔ وہ فطرت کے سامنے انسان کو بے بس اور مجبور سمجھتے تھے "ماورا" کی نظم "انسان" اسی احساس کی پیداوار ہے۔ مادی بحران اور مابعد الطبعیاتی بحران کے اس دہرے عمل نے اس کی شاعری میں ایک ایسے آدمی کو پیدا کیا جو اعصاب زدہ ہے، ان کی شاعری ٹینشن کی شاعری ہے۔ راشد نے جدید شاعری میں پہلی بار اس انسان کو پیش کیا۔ یہ انسان متورم ہے۔ اپنے مخصوص سماجی ماحول کی نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہے۔ ان الجھنوں سے نجات کی اس نے تین صورتیں تلاش کی ہیں۔ ۱) فراریت ۲) انتقام اور ۳) خودکشی۔"([1])

راشد کا انسان مسلسل ارتقا کی طرف گامزن ہے بلکہ پہلے شعری مجموعے ''ماورا'' ہی میں اس ارتقائی عمل کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ ''ماورا'' کا ابتدائی انسان جو محرومی، انتشار اور بے چینی کا شکار ہے۔ ابتدائی دور میں اس کے انتشار اور بے چینی کی بظاہر کوئی ٹھوس وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ شاید رومانی طرز احساس سے جڑی ہوئی جو بے چینی اور افسردگی وغیرہ ہوتی ہے وہی وجہ ہو اور جس بے چینی کا رومان پرست شعرا کی شاعری میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد راشد کا انسان آگے بڑھتا ہے کیونکہ اب اس کو رومانیت اور روحانیت میں پناہ نہیں ملتی تو روحانیت اور روحانی محبت کی نفی کر کے جسمانی سطح پر آ جاتے ہیں اور اب اس کے لیے روح سے زیادہ جسم کے تقاضے اہم ہو جاتے ہیں۔ اس موڑ پر پہنچ کر راشد کے انسان کی ذات میں موجود بے چینی، انتشار اور مایوسی کی وجوہات سمجھ میں آنے لگتیں ہیں کیونکہ جسمانیت کی طرف جو جدید انسان کی لپک ہے وہ نئے دور کے جدید فلسفیانہ اور سیکولر نظریات کی دین ہے، جو روح کی نفی کرتی ہے اور مادہ او مادی

چیزوں کی اہمیت تسلیم کرتی ہیں۔ اسی تناظر میں راشد کا انسان بھی نہ صرف روح، اقدار، عقائد اور روحانی محبت کی نفی کرتے ہیں بلکہ خدا، مذہب اور پوری مشرقی تہذیب سے بغاوت کا اعلان بھی کرتے ہیں لہٰذا خدا، مذہب اور تہذیبی اقدار سے بغاوت جدید دور کی مادی، سائنسی تہذیب اور نئے تعلیمی نظام اور اس کے دیے ہوئے شعور کا نتیجہ ہے یہ انسان تہذیبی، علمی اور مادی سطح پر مغرب کو مانتا ہے لیکن اس عمل سے بھی اس انسان کی بے چینی، مایوسی اور انتشار میں کمی واقع نہیں ہوتی جیسے کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ اس انتشار کی ذاتی، انفرادی اور نفسیاتی وجوہات بھی ہیں اور ساتھ ساتھ سماجی، معاشرتی اور اجتماعی وجوہات بھی ہیں یہ ایک بہت بڑا تہذیبی مسئلہ ہے۔ راشد کا انسان جسمانیت اور مادے کی طرف آنے کے بعد بھی مکمل طور پر مطمئن نہ ہو سکا اور یہ مسئلہ (بے چینی، انتشار اور مایوسی) صرف راشد کے انسان کا مسئلہ نہیں بلکہ جدید مادی تہذیب کے پروردہ تمام انسانوں کا مسئلہ ہے۔

راشد کے انسان کی بے چینی، مایوسی اور انتشار کے مسائل میں ایک اہم مسئلہ ہندوستان پر فرنگیوں کا غلبہ ہے۔ سیاسی حوالے سے وہ فرنگیوں کے کردار کی شدید مذمت کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے ایشیائی ممالک کو جبر اور غلامی کی وسیع زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے وہ مشرق میں فرنگیوں کے سامراجی کردار سے شدید بغاوت کا علم بلند کرتا ہے لیکن فرنگیوں کے مذمت کے ساتھ ساتھ وہ مشرقی لوگوں کی کاہلی، مشرق کے ایک خاص کلچر کی فرسودگی اور جامد تصوف اور ماضی پرستی وغیرہ سے بھی شدید نالاں نظر آتے ہیں۔ ان کے خیال میں انہی عناصر نے فرنگیوں کے تسلط اور سامراجیت کے لیے راستہ ہموار کیا ہے۔

ماورا کا انسان ایک ایسا انسان ہے جو مادی تہذیب سے وابستہ تھا اور جو شدید بے چینی اور انتشار کا شکار تھا۔ ماورا کے انسان کو سکون نہ ملنے کے وجوہات جدید دور کے روح اور مادے کی کشمکش کے ساتھ ساتھ جدید فلسفیانہ نظریات اور اس انسان کے اپنے انفرادی اور نفسیاتی مسائل تھے لیکن "ایران میں اجنبی" تک پہنچتے پہنچتے اس انسان کے مسائل انفرادی کم اور اجتماعی زیادہ ہو جاتے ہیں خصوصاً مشرق کے اجتماعی مسائل (غلامی، محکومی، پستی، ذلت) لہٰذا غلامی کے خاتمے اور فرنگیوں کے جبر سے نجات کے لیے یہ انسان طاقت کی بات کرتا ہے۔

> "راشد نے اس دور میں جو آدمی تخلیق کیا ہے وہ بے بسی، بے چارگی اور کم ہمتی کا شکار ہے۔ وہ سماجی کرب اور ابتلاء کو محسوس کرتا ہے، بے چینی کا اظہار کرتا ہے، لیکن اس سے نکلنے اور زندگی کا کوئی نیا تصور تخلیق کرنے کا اس کے پاس ہنر بھی نہیں ہے۔ اس بے ہنری کے باعث وہ سامراجی تشدد کے آگے بولنے کی سکت نہیں رکھتا۔ راشد کی اس دور کی نظموں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نظمیں ایک خاص سماجی حالت کی پیداوار ہے۔"(2)

مشرقی ممالک کی بیداری، احیا اور ترقی کے لیے ایک نظریہ طاقت اقبال نے بھی پیش کیا تھا لیکن اقبال کا نظریہ طاقت مذہب سے منسلک تھا لیکن یہاں ایک خاص خطے کی بیداری اور انا کی بیداری کا نظریہ راشد نے پیش کیا ہے۔ ان کے خیال میں طاقت کے لیے ضروری ہے کہ مشرق اپنی خامیوں پر قابو پالے لیکن ساتھ ساتھ مغرب کے ظلم کی بات بھی کرتا ہے۔ راشد اتحاد کی بنیاد پر طاقت کی بات کرتا ہے اور ان کے خیال میں مشرق کے انسان نے اتحاد کی بنیاد پر طاقت کا حصول کرنا ہے۔ اور مادی ترقی کے ذریعے اپنے آپ کو ذلت کی پستی سے نکالنا ہے۔

> "بڑی شاعری شعور کی اس مسلسل توسیع ہی کا نتیجہ ہے ورنہ جمود شاعر کو خشک کر دیتا ہے، راشد کے ہاں اس شعور کی مسلسل توسیع اور تہذیب موجود ہے، راشد کا دریافت کردہ آدمی شعور کی اس توسیع سے

"ایران میں اجنبی" اور "لا = انسان" میں نیا آدمی بن جاتا ہے۔ اس نئے آدمی کے سماجی شعور میں زیادہ پختگی ہے، وہ اعصابی تھکن سے نڈھال نہیں ہے۔ اس کا ورم دور ہو چکا ہے۔ وہ بے بسی اور بیچار گی کے خوف میں مبتلاء نہیں ہے۔ یہ آدمی حالات کا معروضی طور پر تجزیہ کر کے استحصالی قوتوں کو دیکھ سکتا ہے۔ اب یہ جان چکا ہے کہ موجودہ سماجی ڈھانچے کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ اس سے تخلیقی نمو پذیری کی کوئی توقع نہیں رکھی جاسکتی۔ وہ سماجی صورت حال کو بدلنے کے کرب میں نظر آتا ہے۔"[3]

اس طرح مجید امجد چونکہ جدید نظم کا ایک اہم اور بڑا شاعر تصور کیا جاتا ہے۔ جدید طرز احساس اور جدید انسان کی پیشکش ان کی نظموں کا بھی بڑا حوالہ ہے۔ جدید انسان مادے اور روح کے جس تصادم کا شکار ہو گیا ہے اس تصادم کے نتیجے میں جس مادی بحرانوں سے وہ گزر رہا ہے اس کی کامیاب عکاسی ہمیں مجید امجد کی نظموں میں ملتی ہے۔ جدید فلسفیانہ افکار اور جدید سائنسی اور مادی نظریات نے بھی نئے انسان پر اپنے اثرات مرتسم کیے ہیں۔ جدید انسان کی آگہی اور شعور پر کارل مارکس، سگمنڈ فرائیڈ اور چارلس ڈارون وغیرہ جیسے مفکرین کے نظریات نے اگرچہ بہت بڑا اثر ڈالا ہے لیکن ساتھ ساتھ جدید انسان کے فکر و شعور نے ان نظریات میں بہت زیادہ سوالات کو بھی جنم دیا ہے اور مجید امجد کے تصور انسان پر تو جدید مادی مفکرین اور وجودی مفکرین نے اثرات ڈالے ہیں۔ اس حوالے سے کئی ایک نظموں سے اس کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ نظم "شاعر" کا انسان جدید مادیت کی بنا پر زندگی کی بے یقینی کا شکار ہو گیا ہے۔ نظم "دنیا" کا انسان بھی زندگی کی لایعنیت اور فریبیت سے تعبیر کرتا ہے۔ "۱۹۴۲ کا جنگی پوسٹر" میں بھی سائنس کی جدید نظریات کی جھلکیاں اور ان کے پس منظر میں نئے انسان کے مستقبل کے حوالے سے اندیشوں کا ذکر موجود ہے۔ نظم "نژاد نو" میں بھی جدید انسان کی روح کی برہنگی اور بنجرپن کا تاثر موجود ہے جبکہ نظم "بس اسٹینڈ پر" میں ڈارون کے نظریہ ارتقا کے پس منظر میں جدید انسان کی بے چینی اور سماجی صورت حال کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح نظم "ریڈنگ روم" میں جدید انسان کے حرص کی جبلت کے ساتھ ساتھ مادیت کی طرف میلان کے تناظر میں انسانوں کی بربادی کی تصویروں کو پیش کیا گیا ہے۔ نظم "توسیع شہر" میں بھی جدید انسان کی مادیت کی طرف لپک اور فطرت کی طرف بے حسی کے رجحان کو پیش کیا جارہا ہے۔

جدید مادی ماحول اور روح کی بجائے جسمانی لذات کے حصول کے حوالے سے نظم "ایکٹرس کا کنٹریکٹ" اس حوالے سے اہم نظم ہے کہ اس نظم میں بھی جدید انسان کے جسم کی طرف لپک کی عکاسی کی گئی ہے۔

اس طرح کئی ایک دیگر نظموں میں جدید انسان کے خدوخال کو واضح کیا گیا ہے۔ جدید انسان جس مادی ماحول کا پروردہ ہے اور جس سائنسی تہذیب کے گہوارے میں پل کر اپنے اقدار اور تہذیبی قدروں کے ساتھ مذہبی تعلیمات سے غیر مطمئن دکھائی دیتا ہے اور یہ ایک بہت بڑی قدر مشترک کے طور پر ان دونوں شعراکے تصور انسان میں موجود ہے۔

اگرچہ ان دونوں شعرا نے جدید انسان کے انتشار، بے چینی، مایوسی اور بے یقینی کو بیان کیا ہے لیکن راشد کے انسان کی بے یقینی، مایوسی اور بے چینی کے عوامل میں رومانوی طرزِ احساس، سامراجی جبر، معاشرتی اور اقتصادی مسائل کے ساتھ ساتھ جدید مادی اور فلسفیانہ نظریات بھی ہیں۔ راشد فرد کی بے اطمینانی کو موضوع بنا کر معاشرے کی طرف جاتے ہیں اور معاشرہ اس کی بے چینی میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ راشد کے انسان کے انتشار کی نوعیت ذاتی اور نفسیاتی بھی ہے لیکن ساتھ ساتھ معاشرے کے مسائل بھی اس میں عمل دخل ہے خصوصاً فرنگیوں کی غلامی نے اس کے انتشار اور بے چینی میں بہت زیادہ اضافہ کیا ہے۔

انگریز سامراج ہی اس کو وہ ناسور دکھائی دیتا ہے جس نے بہت زیادہ معاشی اور اقتصادی مسائل سے اس کو دوچار کیا ہے۔ راشد کا فرد جس ذہنی بنجر پن اور عدم تخلیقیت کا شکار دکھائی دے رہا ہے اس کی وجہ بھی انگریز سامراجیت ہے، جس نے یہاں کے فرد کی ساری ذہنی، جسمانی، روحانی اور تخلیقی صلاحیتوں کو مفلوج کر کے اس کو ذہنی اور فکری انتشار میں مبتلا کیا ہے۔ لیکن مجید امجد کے فرد میں ہمیں انتشار بے یقینی، مایوسی، افسردگی کی جو صورتیں دکھائی دے رہی ہیں اس کی نوعیت اور وجوہات بعض حوالوں سے راشد سے مختلف ہیں۔ پہلی بات تو یہی ہے کہ راشد کا فرد جس طرح نفسیاتی، ذاتی اور جنسی انتشار کا شکار ہے وہ صورت مجید امجد کے انسان کے ہاں دکھائی نہیں دے رہی کیونکہ راشد کا فرد روح کی نفی کر کے جسمانی اور جنسی حوالوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی بے چینی اور انتشار میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ مجید امجد کا انسان کسی بھی مقام پر روح کی نفی کر کے جسمانی اور جنسی مسائل کا شکار نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ راشد کے فرد کی افسردگی اور انتشار میں سامراجی تسلط، سماجی پستی، ذلت کا احساس اور غلامی کی کیفیات کا بھی بہت عمل دخل ہے جبکہ اس مقام پر بھی مجید امجد کے فرد کے ہاں یہ نوعیت نہیں ہے کیونکہ مجید امجد کا موضوع کلیتاً فرد اور فرد کی ازلی و ذاتی محرومیاں اور نارسائیوں کے احساسات ہیں۔ سامراجی تسلط، غلامی کے احساسات اور مادی تنزل کے عناصر سے رونما ہونے والی صورت حال اس کے فرد کے ہاں بالکل بھی نہیں ہے یا صرف دو تین نظموں میں صرف اشارے موجود ہیں۔ ایک طرز احساس کے طور پر مجید امجد نے اس کا بیان بالکل بھی نہیں کیا۔ مجید امجد کے فرد کا انتشار، مایوسی اور افسردگی دراصل وہ روحانی کرب ہے جس میں صرف بیسویں صدی کے ہندوستان کا انسان مبتلا نہیں ہے بلکہ یہ افسردگی اور انتشار تو اس جبر اور سماجی اونچ نیچ کا حوالہ ہے جس کا مشاہدہ تاریخ کے ہر دور میں کیا جا سکتا ہے۔ اس کا تعلق کسی خاص زمانے، خاص سماج یا خاص تسلط اور غلامی کے کسی خاص دورانیے سے نہیں ہے۔

راشد اور امجد کے انسان کے انتشار میں چونکہ دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ جدید مادی نظریات کا بھی عمل دخل بہت زیادہ ہے لیکن یہاں بھی یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ راشد کے انسان کا جھکاؤ جدید فلسفیانہ اور مادی نظریات کی طرف بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے اس کے ہاں انتشار کی صورت شدید ہے لیکن مجید امجد کا فرد اگرچہ تشکیک اور بے یقینی کا ابتدا میں بہت زیادہ شکار ہے اور جدید مادی، فلسفیانہ اور سائنسی نظریات نے اس کو متاثر ضرور کیا ہے لیکن راشد کے فرد جتنا جھکاؤ نہیں رکھتا نتیجتاً انتشار کی نوعیت بھی یہاں اتنی شدید نہیں آخر آخر میں یہ انتشار ایک بہت بڑے روحانی سرور اور اطمینان میں تبدیل ہو جاتا ہے خاص کر مجید امجد کے دور آخر کے کلام میں ہمیں جو فرد دکھائی دے رہا ہے اس کا تعلق مادی چیزوں سے بہت کم رہ گیا ہے اور روح کی اعلیٰ ارتقائی سطحوں تک اس کی رسائی ممکن ہو جاتی ہے اس لیے زیادہ ٹھہراو اور سکون کا مشاہدہ یہاں پر کیا جا سکتا ہے۔

چونکہ راشد اور مجید امجد دونوں انسان کی تخلیقی آزادی کے شدید قائل رہے ہیں لہٰذا دونوں کا فرد کسی مذہبی گروہ، کسی خاص سیاسی آدرش یا کسی خاص فلسفیانہ نظریے سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ مروجہ فلسفیانہ، مادی اور سائنسی نظریات سے دونوں کا انسان متاثر ضرور ہوا ہے۔ لیکن بہت جلد تخلیقی آزادی کے جوہر نے ان کے انسان کے لیے اپنے اپنے منفرد راستوں کا تعین کیا ہے۔

ہم عصر مروجہ نظریات، تنظیموں، اداروں اور تحریکوں میں رومانوی تحریک، ترقی پسند تحریک، وجودیت کی تحریک اور حلقہ ارباب ذوق کی تحریک خاص طور قابل ذکر ہیں جن کا ہر طرف بہت زیادہ ڈنکا بج رہا تھا لیکن مجید امجد اور راشد کا ان تحریکوں سے کوئی خاص نظریاتی وابستگی نہیں تھیں۔ اگرچہ کچھ فکری مماثلتیں ان کے ہاں دکھائی دیتی ہیں یا تھوڑا بہت اثر بعض تحریکوں کا ان

پر پڑا لیکن مکمل وابستگی کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی۔ مثال کے طور پر راشد کے فرد پر ابتدائی دور میں رومانوی اثرات محسوس کیے جاسکتے ہیں یا مجید امجد کے فرد پر وجودیت کی تحریک کے اثرات پڑے۔

راشد کے فرد کے ہاں ترقی پسندی کی جو صورتیں دکھائی دیتی ہیں وہ بھی راشد کے فرد کا اپنا طرزِ احساس ہے۔ اس خاص ترقی پسند تحریک سے اس کی کوئی نظریاتی وابستگی نہیں ہے جو ۱۹۳۶ء میں پورے ہندوستان میں وسیع پیمانے پر شروع ہوئی تھی اور جن سے اس دور کے بڑے بڑے نظریاتی شعرا وابستہ تھے۔ اس طرح مجید امجد کے فرد کے ہاں بھی کچھ خارجی عناصر کا تجزیہ موجود ہے لیکن اس کا فرد بھی ترقی پسند تحریک سے بالکل علیحدہ صرف اور صرف اپنی ذات کی چلمن سے معاشرتی جبر کا تجزیہ کرتا ہے اور ترقی پسند منشور سے کوئی وابستگی نہیں رکھتا اگرچہ ترقی پسند سوچ سے وابستہ بعض افکار مجید امجد کے ہاں بھی دکھائی دیتے ہیں۔

> "مجید امجد کی نظموں میں ربط و توازن کے اس مختلف مدارج کے پس پشت ایک ایسی نظریاتی ہم آہنگی بھی ہے جو شاعر کے تفکر کو کسی خاص نقطۂ نظر سے منسلک نہیں کرتی، وہ اسے مختلف اور متنوع نقطہ ہائے نظر میں توازن قائم کرنے پر اکساتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مجید امجد نفسیاتی طور پر کسی ایک مکتبۂ فکر کے تابع نہیں حالانکہ ان کی شاعری کا دور سیاسی خلفشار اور نظریاتی تصادم کا دور ہے اور اس دور نے قریب قریب ہر شاعر کو ایک خاص ڈھنگ سے متاثر کیا ہے۔ اس کی نظموں میں نفسیاتی مطالعہ بھی ہے اور معاشی ابتری کا احساس بھی، زر کی غیر مساوی تقسیم کے خلاف احتجاج بھی ہے اور زندگی کے چھوٹے چھوٹے حادثات میں دلچسپی لینے کی کاوش بھی، زندگی کی مادی صورت سے لگاؤ بھی ہے اور اس سے بے نیازی بھی۔۔۔ پھر بھی مجموعی تاثر یہی مرتب ہوتا ہے کہ شاعر کسی ایک نقطہ نظر کا رسیا نہیں، وہ زندگی کے تمام تر مظاہر کا ایک زیرک ناظر ہے۔ اس کی نظر اس قدر وسیع اور اس کا دل اس قدر کشادہ ہے کہ اسے وقت کے لامحدود پھیلاؤ میں بیشتر نظریے لایعنی اور بے مصرف دکھائی دیتے ہیں۔۔۔ ایسا شخص زمان و مکان کی حدوں میں جکڑے ہوئے کسی ایک نقطۂ نظر کا پابند کیونکر ہو سکتا ہے۔"(4)

خلاصۂ بحث

حلقہ ارباب ذوق کی تحریک نے جس طرح خارج کے بجائے فرد کے اندرونی احساسات اور باطنی کیفیات سے خصوصی شغف کا اظہار کیا اور فرد کی محرومیوں، افسردگیوں اور نارسائیوں کو بیان کیا اگرچہ یہ اثرات ہمیں راشد سے زیادہ مجید امجد کے ہاں دکھائی دیتے ہیں لیکن باوجود یکہ یہ دونوں فکری اور احساساتی حوالوں سے حلقے کے بہت قریب محسوس ہوتے ہیں خاص کر مجید امجد کے ہاں راشد سے زیادہ حلقے کے داخلی رجحانات محسوس کیے جاسکتے ہیں بلکہ باوجود اس کے نہ راشد کا اور نہ مجید امجد کا کوئی رشتہ حلقہ ارباب ذوق تحریک سے تھا بلکہ یہ تو ان دونوں کے فرد کے ذاتی طرزِ احساس اور افتادِ طبع کی انفرادیت اور تخلیقی آزادی کی واضح دلیل ہے۔

References

[1] Dr. Tabassum Kāshmīrī, Nay Sha'ry Tajziyay (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1978), 52-53.
[2] Kāshmīrī, Nay Sha'ry Tajziyay, 53.
[3] Kāshmīrī, Nay Sha'ry Tajziyay, 55.
[4] Dr. Wazīr Āghā, Nazm-e-Jadeed Kī Karwateen (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2011),26.